باب دوم

''اسلاموفوبیا''

مغرب میں اسلام کے خلاف نفرت انگیزی کی مہم

مغرب میں اسلام کے خلاف تعصب کوئی نئی بات نہیں، مستشرقین کی تحریروں کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کی گمراہ کن تصویر کشی کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ صلیبی جنگوں میں اسلام کے ہاتھوں عالم عیسائیت کی شکست کا بدلہ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز پروپیگنڈہ کر کے لیا جاتا رہا ہے۔ تاہم ماضی قریب میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد جب عالمی سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مابین سرد جنگ ختم ہوگئی تو فلاسفہ مغرب نے تہذیبوں کے تصادم کا فلسفہ تخلیق کر کے اور اسلام کو مغربی تہذیب کے لیے اصل خطرہ قرار دے کر، جمہوریت کے لبادے میں ملبوس مغرب کی استعماری طاقتوں کے لیے اسلامی ملکوں کے وسائل پر تسلط کی خاطر عالم اسلام کے خلاف جارحیت کی راہ ہموار کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے سرغنہ امریکہ کے حکمرانوں کی جانب سے بالآخر نائن الیون حملوں کا ڈرامہ رچا کر اس منصوبے پر عمل درآمد کا آغاز کر دیا گیا۔

نائن الیون واقعات کے خود ساختہ ہونے کے ناقابل تردید ثبوت وشواہد ریکارڈ پر موجود ہیں اور انہیں منظر عام پر لانے کا کام خود متعدد مغربی سائنسدانوں اور تحقیق کاروں نے انجام دیا ہے۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک پروفیسر ڈیوڈ رے گریفن (David Ray Griffin) ہیں، انہوں نے اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی کتاب Debunking 9/11 Debunking: An Answer to Popular Mechanics and Other Defenders of the Official Conspiracy Theory میں -- جسے اولیو برانچ پریس نے شائع کیا ہے -- ۲۰۰۴ء میں منظر عام پر آنے والی نائن

الیون کمیشن رپورٹ کا مکمل پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے اور اس کا نا قابل اعتبار ہونا حقائق اور واقعات کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نظرثانی شدہ اور اپ ڈیٹ کیا ہوا ایڈیشن ۲۰۰۷ء میں منظر عام پر آیا ہے۔ نائن الیون ٹرتھ موومنٹ، جس میں امریکہ کے ہزاروں سائنسداں، مختلف شعبوں کے ماہرین اور ممتاز افراد شامل ہیں، کی ویب سائٹ نائن الیون ٹرتھ ڈاٹ آرگ (www.911truth.org) پر بھی اس بارے میں نہایت چشم کشا مواد دستیاب ہے۔ جبکہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کے زیر اہتمام راقم الحروف کی شائع کردہ کتاب ''دہشت گردی اور مسلمان: عالم اسلام کا مقدمہ عالمی ضمیر کی عدالت میں'' بھی نائن الیون واقعات اور دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی پوری مہم کے جعلی ہونے کے حوالے سے، جس کا مقصد مسلم دنیا کے وسائل ہتھیانے کا بہانہ تراشنا تھا، اہم ثبوت وشواہد پر مبنی ہے۔

نائن الیون کے بعد — جس کے بارے میں آج بھی متعدد سوالات کے جوابات تشنہ ہیں — اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کی زبردست مہم مغربی پالیسی سازوں کی ایک منطقی اور لازمی ضرورت تھی چنانچہ اس کا بھرپور اہتمام کیا گیا۔ امریکہ اور یورپ کے مختلف ملکوں میں اسلام کے خلاف نفرت پھیلانے کی جو مہم نائن الیون واقعات کے بعد سے خاص طور پر شروع کی گئی ہے، اس کا کچھ اندازہ معتبر مغربی ذرائع کی رپورٹوں سے لگایا جاسکتا ہے جو وقتاً فوقتاً منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے کچھ اہم تفصیلات پیش کی جارہی ہیں۔

امریکہ میں اسلام مخالف مہم

امریکہ کے ایک تحقیقی ادارے سنٹر فار امریکن پروگریس کی جانب سے ۲۶ اگست ۲۰۱۱ء کو امریکہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوششوں کے جائزے پر مشتمل ایک رپورٹ Fear, Inc. The Roots of the Islamophobia Network in America کے عنوان سے جاری کی گئی۔ اس میں مستند معلومات کی بنیاد پر انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکہ میں لکھنے والوں اور اس حوالے سے

متحرک ایک گروپ نے پچھلے عشرے میں اسلام کے حوالے سے خوف کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے دسیوں لاکھ ڈالر خرچ کیے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سات رفاہی گروپوں کی جانب سے تقریباً ۴۳ ملین ڈالر مسلم مخالف مہمات چلانے کے لیے فراہم کیے گئے۔ ان میں ججوں کو امریکی عدالتوں میں اسلامی قوانین کو ملحوظ رکھنے سے روکنے کے لیے قوانین کا تجویز کیا جانا، گراؤنڈ زیرو کے قریب اسلامی مرکز کی تعمیر کی مخالفت اور، سیاست اور دیگر شعبوں میں عمومی طور پر مسلم مخالف پروپیگنڈے کو ہوا دینے کی حوصلہ افزائی وغیرہ جیسی مہمات شامل تھیں۔ ۱۳۰ صفحات پر مشتمل اس رپورٹ کے مرتبین میں دو مسلمان وجاہت علی اور فیض شاکر اور چار غیر مسلم EliClifton,MatthewDuss, Lee Fang, Scott Keyes شامل ہیں۔ رپورٹ کا آغاز ۲۲ جولائی ۲۰۱۱ء کو ناروے میں ہونے والی دہشت گردی کی مشہور واردات سے کیا گیا ہے جس میں فوری طور پر مسلمانوں کے ملوث ہونے کے شبہات امریکی میڈیا اور ماہرین کی جانب سے ظاہر کیے گئے تھے لیکن مجرم کے اپنے اعترافات سے ثابت ہوگیا کہ یہ ایک اسلام دشمن متعصب عیسائی کی کارروائی تھی۔

شکاگو تھیالوجیکل سیمینری کی پروفیسر Susan Brooks Thistlethwaite نے اس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے ۳۰ اگست ۲۰۱۱ء کو واشنگٹن پوسٹ میں ایک مضمون ''اسلام کا خوف: ایک مطالعہ'' (Fear of Islam: a study) کے عنوان سے تحریر کیا۔ پروفیسر سوسن لکھتی ہیں:

''سنٹر فار امریکن پروگریس نے حال ہی میں ایک مفصل رپورٹ Fear, Inc.: The Roots of the Islamophobia Network in America, جاری کی ہے جس میں اُن عطیہ دہندگان، تنظیموں اور افراد کا ذکر ہے جنہوں نے اِس ملک میں اسلاموفوبیا کے فروغ کے لیے مالی وسائل فراہم کرنے میں حصہ لیا ہے۔ جیسا کہ مالیات کی فراہمی کے گوشوارے سے واضح ہے، اس نیٹ ورک نے دسیوں لاکھ ڈالروں کی اس رقم سے اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے شدید خوف اور نفرت وعناد پھیلانے کا کام کیا اور یہی وہ چیز ہے جسے اسلاموفوبیا کہا جاتا ہے۔''

پروفیسر سوسن اسلام کے خلاف نفرت پھیلانے کی ان سرگرمیوں کی مذمت اور انہیں خود

امریکی معاشرے کے لیے تباہ کن قرار دیتے ہوئے لکھتی ہیں:

''خوف کے فروغ کا یہ کاروبار خود اس ملک کے سیاسی ماحول کے لیے واضح طور پر خطرناک ہے۔ یہ نکتہ دائیں بازو کے ناروجین انتہا پسند اینڈرس بریوک (Anders Breivik) کے غیظ و غضب کے خوں ریز مظاہرے سے انتہائی المناک طور پر عیاں ہے جس کے نام نہاد منشور میں امریکہ میں بھاری مالی اعانتوں کے حامل اسلاموفوبیا کے اُن سرپرستوں کا حوالہ موجود ہے جن کا ذکر اس رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض کا بریوک نے درجنوں بار حوالہ دیا ہے۔ سنٹر فار امریکن پروگریس کی رپورٹ میں سی آئی اے کے سابق افسر اور مشیر برائے دہشت گردی مارک سیگمین (Marc Sageman) کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جس نے تسلیم کیا ہے کہ: جس طرح مذہبی انتہا پسندی وہ جڑ ہے جس سے القاعدہ نے جنم لیا، اسی طرح گمراہ کن پروپیگنڈے کے اِن مسلم دشمن ماہرین کی تحریریں بھی وہ جڑیں ہیں جن سے بریوک ظہور میں آیا ہے۔''

پروفیسر سوسن سی آئی اے کے مذکورہ افسر کے حوالے سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بتاتی ہیں کہ سیگمین توثیق کرتے ہیں کہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف یہ شور وغوغا ''کاسٹ فری'' (مفت) نہیں ہے یعنی اس سلسلے میں سرگرم لوگ یہ کام مالی مفادات کے حصول کے لیے کر رہے ہیں۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس سازشی تحریک کے جو نتائج مرتب ہوئے ان کا ذکر کرتے ہوئے ہارورڈ یونیورسٹی اور جان ہاپکنز یونیورسٹی کے ''اسلام اِن دی ویسٹ'' نامی پروگرام کی ڈائرکٹر Jocelyne Cesari نے سی این این کی ویب سائٹ پر ۲۴ اگست ۲۰۱۰ء کو اپنے خیالات کا اظہار ''اسلام ایک مذہب ہے، دہشت گردی کا نظریہ نہیں'' (Islam is a religion, not a terror ideology) کے عنوان سے ان الفاظ میں کیا:

''گراؤنڈ زیرو کے قریب اسلامی مرکز اور مسجد کی تعمیر کے منصوبے کے مخالف کہتے ہیں کہ یہ اس مقدس زمین کی بے حرمتی کے مترادف ہوگا۔ لیکن شکوک وشبہات بڑھانے والی چیز اُن مقامات پر مساجد کی تعمیر کی مخالفت ہے جو گراؤنڈ زیرو سے کم مقدس ہیں مثلاً مرفریز بورو

(Murfreesboro)، ٹینیسی (Tennessee)، شیبوائیگن (Sheboygan)، وسکنسن (Wisconsin)، ٹیمیکو لا (Temecula) اور کیلیفورنیا (California) وغیرہ۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسجدوں کی مخالفت کا سبب محض دہشت گردی کا شکار ہونے والوں کی یاد نہیں بلکہ اسلام کے حوالے سے بڑھتی ہوئی عدم برداشت ہے جو سلامتی کے لیے محسوس کیے جانے والے خدشات کا نتیجہ ہے۔''

اپنی بات جاری رکھتے ہوئے وہ مزید کہتی ہیں:

''امریکہ میں مسجدوں اوراسلامی مراکز کی مخالفت، اُن اسلام مخالف تحریکوں سے گہری مماثلتیں رکھتی ہے جو جرمنی، بلجیم اور نیدرلینڈ میں جاری ہیں، جہاں لوگوں نے نئی مسجدوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا ہے۔دسمبر ۲۰۱۰ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہریوں نے ایک ریفرنڈم میں نئے میناروں کی تعمیر ممنوع قرار دیے جانے کے حق میں ووٹ دیا۔'' وہ مزید کہتی ہیں ''ایک اور خصوصیت جو اٹلانٹک کے دونوں جانب جاری اسلام مخالف تحریکوں میں پائی جاتی ہے، یہ ہے کہ وہ اپنی مخالفت کو جائز ثابت کرنے کے لیے دلیل دیتے ہیں کہ اسلام کوئی مذہب نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، ہالینڈ کے حالیہ انتخابات میں انتہائی دائیں بازو کے پارلیمنٹرین گیرٹ ولڈرز نے متواتر یہ استدلال کیا کہ اسلام ایک سیاسی نظریہ ہے۔ٹینیسی کے لیفٹننٹ گورنر رون رمزے نے اپنی ناکام ہوجانے والی سفارش میں تجویز کیا تھا کہ پہلی آئینی ترمیم مذہب کی جس آزادی کا احاطہ کرتی ہے، اس کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں کیا جاسکتا۔''[۱]

امریکہ میں اسلام کے خلاف منافرت کی تحریک کے موضوع پر پولیٹکس ڈیلی نامی امریکی جریدے کی امور خارجہ کی تجزیہ نگار سارا وائلڈ مین (Sarah Wildman) "Islamophobia Imported From Europe: An Ugly Trend Gets Uglier" (یورپ سے درآمد کردہ اسلاموفوبیا: ایک بدنما رجحان جو مزید بدنما ہو رہا ہے) کے زیرعنوان اپنے تجزیے میں لکھتی ہیں:

''کئی سال تک یورپ میں مسلمانوں کے خلاف پائے جانے والے جذبات، جو مسجدوں کے میناروں اور سر کے رومال کے خلاف احتجاج کی شکل میں ظاہر ہو رہے تھے، ایسی لہر تھے جو

ہمارے ساحلوں تک نہیں پہنچی تھی۔لیکن اب ہم ٹینیسی سے وسکنسن، کیلیفورنیا اور مین ہٹن تک خود اپنے ہیڈ اسکارف تنازعات اور مسجدوں پر پابندی کی مہمات رکھتے ہیں۔"

اس کے بعد سارا وائلڈ مین نے اپنی اس تحریر میں Joceylne Cesari کے محولہ بالا مضمون کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "اسلام کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے والے گروپ نہیں بلکہ سیاستداں، پنڈت، اور عام امریکی اب اسلام کو مغرب کے سیکولر معیارات کے لیے ایک حاضر و موجود خطرے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔"[۲]

یورپ میں اسلام مخالف مہم

نائن الیون کے بعد یورپ کے مختلف ملکوں میں، جیسا کہ سطور بالا میں ہم نے دیکھا، موجودہ اسلام مخالف مہم کا آغاز، جس کی ایک نمایاں خصوصیت مساجد اور حجاب پر پابندی کا مطالبہ ہے، امریکہ سے پہلے ہوا اور پھر اس میں بتدریج تیزی آتی چلی گئی، حتیٰ کہ کئی ملکوں میں مسلمان خواتین کے لیے حجاب ممنوع قرار دینے اور نئی مساجد کی تعمیر پر پابندی لگانے کے لیے پارلیمانوں میں باقاعدہ قانون سازی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حجاب کے حوالے سے فرانس اور بلجیم میں یہ قانون نافذ ہوچکا ہے جبکہ جرمنی، اسپین، آسٹریا، مختلف اسکینڈے نیوین ریاستوں اور کئی دوسرے ملکوں میں قانون سازی کے مراحل میں ہے۔

"Laws on Muslim veils and headscarves In Various Countries" کی سرخی کے ساتھ ایسوی ایٹڈ پریس آف امریکہ کی ۱۱اپریل ۲۰۰۱ء کو جاری کردہ ایک رپورٹ میں اس بارے میں ایک جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔[۳]

Europe's Islamophobia کے عنوان سے ممتاز امریکی تھنک ٹینک انسٹی ٹیوٹ فار پالیسی اسٹڈیز کے شعبے فارن پالیسی اِن فوکس کی ۹اپریل ۲۰۱۰ء کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مختلف یورپی ملکوں میں اسلام مخالف مہم کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جذبات میں بڑی تیزی سے شدت آرہی ہے۔ Jeanne Kay کی اس رپورٹ میں کہا گیا ہے:

''پچھلے سال جب سوئٹزرلینڈ کے لوگوں نے اپنی زمین پر مزید میناروں کی تعمیر پر پابندی کے حق میں ووٹ دیا تو پڑوسی ملکوں کے سیاسی مبصروں نے بڑی عجلت کے ساتھ اس رویے کو اخلاق کے منافی قرار دیتے ہوئے اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ فرانس کے اخبار لبریشن (Liberation) نے اس خبر پر ''ووٹ آف شیم'' کی سرخی لگائی۔ بلجیم کے لی سائر (Le Soir) نے میناروں کو نشانہ بنانے کا مقصد ان کے نیچے رہنے والی آبادی کو منافق بنانے اور گمراہ کرنے کی کوشش قرار دیا۔ لندن ٹائمز نے پیش گوئی کی کہ بین الاقوامی سطح پر اس اقدام کو سوئٹزرلینڈ کے لیے باعث شرم قرار دیا جائے گا۔ تاہم اس کے بعد آنے والے دنوں میں یورپی میڈیا کی توجہ داخلی محاذ کی جانب مبذول ہوئی اور ان کی طرف سے یہ ناگزیر سوال اٹھایا گیا کہ: کیا ہمارے ملک میں بھی ایسا ہونا چاہیے؟ اخبارات نے غیر رسمی طور پر اپنے قارئین کی آراء جمع کیں اور کئی بڑے اخبارات کی ویب سائٹوں پر بھاری اکثریت کے ساتھ جو غیر مبہم نتیجہ سامنے آیا وہ یہ تھا کہ وہ سوئٹزرلینڈ کے اقدام کے حامی ہیں۔ اسپین کے ایل پیز (El Pais) کی رائے شماری میں یہ تناسب ۸۰ فی صد اور جرمنی کے ڈائی ویلٹ (Die Welt) کے رائے عامہ کے جائزے میں ۷۹ فی صد رہا جبکہ فرانس کے پولنگ انسٹی ٹیوٹ IFOP نے بتایا کہ میناروں پر پابندی کے حامی اس اقدام کے مخالفین سے زیادہ نکلے۔''[۴]

جرمنی کے معروف تجزیہ کار اور محقق پال ہوکینوز (Paul Hockenos)، جن کی تحریریں نیوز ویک، نیویارک ٹائمز، کرسچین سائنس مانیٹر اور متعدد دیگر بین الاقوامی اہمیت کے مغربی اخبارات و جرائد میں باقاعدگی سے شائع ہوتی ہیں، ''یورپ کا بڑھتا ہوا اسلاموفوبیا'' (Europe's Rising Islamophobia) کے عنوان سے ۲۴ اپریل ۲۰۱۱ء کو مڈل ایسٹ آن لائن پر جاری کیے گئے اپنے تجزیے میں عرب دنیا میں آمریت کے خلاف اور جمہوریت کے حق میں اٹھنے والی عوامی تحریکوں کے باوجود مغرب میں اسلام کے خلاف خوف اور نفرت کی مہم کے جاری رہنے پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عرب دنیا میں عوامی تحریک کے متاثر کن نظاروں کو دیکھ کر، جو مہینوں سے ٹیلی وژن اسکرینوں پر چھائے ہوئے ہیں، ایک شخص توقع کرسکتا ہے کہ جمہوری انقلاب کے یہ مناظر یورپ

کے اسلام مخالف عناصر یعنی ان سیاستدانوں اور دانشوروں کے بدنما مسلم دشمن پروپیگنڈے کے ڈھول میں کوئی چھید کرنے کا باعث بنے ہوں گے جو قسمیں کھاتے ہیں کہ اسلام اپنے بنیادی مزاج ہی میں ایک کلیت پسندانہ اور مطلق العنانیت پر مبنی نظام ہے۔ اور اگر تنہا یہ مناظر اسلام کے بارے میں ایک جامد اور پر تشدد مذہب ہونے کے فرسودہ خیالات کو ختم کرنے کا سبب نہ بن سکے ہوں تو رات کے پروگراموں میں نشر ہونے والی ایک سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے مصریوں، تیونسیوں اور دوسرے عرب ممالک کے لوگوں، یونیورسٹیوں کے طالب علموں، این جی اوز کی سربراہی کرنے والی عورتوں اور بچوں کی بات چیت اور آراء تو یقیناً یورپی مسلمانوں اور ان کے فرانسیسی اور جرمن ہم وطنوں کے درمیان باہمی اشتراک اور وابستگی کی شکل میں ظاہر ہوئی ہوں گی .....لیکن اس کے برعکس حالیہ انتخابات [۲۰۱۱ء کے انتخابات] میں فرانس میں دائیں بازو کے نیشنل فرنٹ اور فن لینڈ میں یورپی یونین کی مخالف ٹروفن جیسی اسلام مخالف پارٹیوں نے ہمیشہ سے زیادہ ووٹ حاصل کیے۔ یہ اس بڑھتی ہوئی تحریک کی تازہ کامیابیاں ہیں جو مغربی یورپ کا سیاسی نقشہ از سرنو مرتب کر رہی ہے۔ یہ عناصر بنیادی دھارے کے سیاستداں سمجھے جانے کا ہر جواز رکھتے ہیں۔ صورت حال کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے کی امید پر انہوں نے انتہائی دائیں بازو کے لیے راستہ ہموار کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر اپریل میں برقعے پر پابندی کا مضحکہ خیز فرانسیسی قانون لوگوں کی بھاری اکثریت کی حمایت سے زیر عمل آیا جبکہ یورپی یونین کے لیڈروں نے پناہ حاصل کرنے کے لیے تیونسی شہریوں کے اٹلی اور مالٹا پہنچنے پر خطرے کا بٹن دبا کر بحیرہ روم کے پورے خطے میں پر امن انقلابیوں کے امیج کو یورپ کے قلعے کو گھیر لینے والے غربت زدہ ہجوم میں بدل دیا۔''

اسی تحریر میں اسلام دشمنی میں اس شدت کے بنیادی اسباب کی وضاحت پال یوں کرتے ہیں:

''جو چیز مسلم دشمن نسل پرستی کو اس قدر ہلاکت خیز بناتی ہے وہ یہ ہے کہ ماضی کی عوامیت (پاپولزم) کے برخلاف اسلاموفوبیا انتہائی بائیں سے انتہائی دائیں بازو تک بلا لحاظ طبقہ و تعلیمی سطح پورے سیاسی منظر پر وسیع اپیل رکھتا ہے۔ یہ فرانس، نیدر لینڈ، ڈنمارک، سوئٹزر لینڈ، آسٹریا اور اب

سوئیڈن اور فن لینڈ میں بھی، جہاں انتخابی سیاسی جماعتوں میں یہ اپنا اظہار کرتا ہے وہیں اس کے وکیل -- نامناسب یہود دشمنی اور نا قابل عمل توسیع پسندانہ تصورات کے علم بردار پرانے مکتب فکر کی انتہائی دائیں بازو کی جماعتوں کی نسبت -- اپنے موقف کی بہتر نمائندگی کرتے ہیں۔ تاہم اس عمل میں انتہائی دائیں بازو کی جماعتوں کا حصہ اس حوالے سے کئی گنا زیادہ ہے۔ وہ اپنے منشوروں میں بہت نمایاں طور پر اسلام دشمن سوچ کا اظہار کرتی ہیں اور اس معاملے میں تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ اس فکر کے نمائندے کبھی اتنی بڑی تعداد میں اتنے زیادہ مغربی یورپی ملکوں میں اقتدار کے لیوروں کے اتنے قریب نہیں تھے جتنے آج ہیں۔''[۵]

مغرب میں اسلام کے خلاف نفرت انگیزی کی اس مہم کے کئی پہلو ہیں تاہم ان کی تفصیلات ہمارے موضوع سے متعلق نہیں، ہمارا مقصد صرف اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ مغربی دنیا میں اسلام کے خلاف اس پرزور تحریک کے علی الرغم اور اس پروپیگنڈے کے باوجود کہ اسلامی معاشرے میں عورتوں کے حقوق بری طرح پامال کیے جاتے ہیں جبکہ مغربی تہذیب نے انہیں مردوں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا ہے، آخر مغربی عورتوں میں قبول اسلام کے حیرت انگیز رجحان کے اسباب کیا ہیں۔ لہٰذا اگلے باب میں ہم یہ دیکھیں گے مغربی معاشرے میں فی الحقیقت عورت کا مقام کیا ہے اور وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بناء پر وہ اس مقام کو ٹھکرا کر اسلام کے سایۂ عاطفت میں پناہ حاصل کر رہی ہے۔

حواشی

1- http://articles.cnn.com/2010-08-24/opinion/cesari.islam.is.a.religion_1_islamic- centers-and-mosques-anti-islamic-mosque-projects?_s=PM:OPINION

2- http://www.politicsdaily.com/2010/08/28/importing-islamophobia-from-europe-an-ugly-trend-gets-uglier/

3- http://abcnews.go.com/International/wireStory?id=13348773#.T31jJvBDw40

4- http://www.fpif.org/articles/europes_islamophobia

5- http://www.middle-east-online.com/English/?id=45736